۸ سَیر پہلے درویش کی

میر اَمّن دہلوی

پہلی بات : اُردو نثر اپنے ابتدائی زمانے (اٹھارہویں صدی) میں قرآن اور مذہبی رسالوں کے ترجموں، مختصر اور طویل قصے کہانیوں اور اخلاقی نصیحتوں کے عربی فارسی اسالیب میں نمو پا رہی تھی۔ یہ ہمارے زمانے کی بول چال کی زبان کی طرح نہیں تھی۔ انگریزی سرکار نے اپنے ملازموں اور فوجیوں کی تعلیم کے لیے ہندوستان میں جب درسی نصاب تیار کیا تو عام نثری زبان کے نمونے اس کے سامنے نہیں تھے۔ کولکاتا کے فورٹ ولیم کالج میں درسی کتابوں کی تیاری کے لیے ایسے منشی مقرر کیے گئے جو سرکاری حکم کے مطابق اُردو نظم و نثر کا تعلیمی مواد تیار کرتے۔ اس ضمن میں کچھ داستانیں مثلاً حاتم طائی اور چار درویشوں کے قصے عام گفتگو کی نثر میں لکھوائے گئے۔

چار درویشوں کا قصہ فارسی اور فارسی جیسی دقیق اُردو میں خاصا مقبول تھا۔ میر عطا حسین خاں تحسینؔ نے اس کا ترجمہ 'نوطرزِ مرصّع' کے نام سے کیا تھا لیکن اس ترجمے کی زبان عام بول چال کی زبان نہیں ہے۔ فورٹ ولیم کالج کے پرنسپل جان گِلکرسٹ نے اس قصے کو میر اَمّن دِلّی والے سے لکھوایا۔ اس کا نام 'باغ و بہار' رکھا گیا۔ 'باغ و بہار' ایک مختصر داستان ہے۔

داستان کہانی سنانے کا ایک طریقہ ہے جس میں ایک کہانی میں کئی کہانیاں سنائی جاتی ہیں۔ چار درویش اپنی اپنی کہانی سناتے اور ان کی کہانیوں میں بھی کئی چھوٹی چھوٹی کہانیاں شامل نظر آتی ہیں۔ کبھی ان کہانیوں میں ہلکا سا ربط بھی نظر آتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ داستان میں سنائی جانے والی کہانیوں کا آپس میں کوئی ربط بھی ہو۔ داستان میں ایک مرکزی کردار ہوتا ہے۔ کسی بڑی مہم کو سر کرنے کے لیے وہ کئی طرح کے خطرناک مرحلوں سے گزرتا ہے۔ جب وہ مہم سر ہوجاتی ہے تو ایک خاص منزل پر داستان اپنے انجام تک پہنچتی ہے۔ عام طور پر داستانوں کا انجام خوش گوار ہوتا ہے۔ داستان میں دلچسپی برقرار رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ سننے یا پڑھنے والے کے تحیّر اور تجسّس کو قائم رکھے۔ مافوق الفطرت عناصر اور کردار بھی داستان کے تحیّر کی فضا کو قائم رکھنے میں معاون ہوتے ہیں۔ داستان کو ایک کے بعد ایک کئی مراحل سے گزارا جاتا ہے اور اس کے بیان میں زبان ایسی استعمال کی جاتی ہے کہ داستان کی طوالت اُکتاہٹ کا سبب نہیں بننے پاتی۔

تاریخ کے جھروکے سے...

اٹھارہویں صدی کے آخر میں ٹیپو سلطان کی شہادت (۱۷۹۹ء) کے بعد انگریز جنوبی ہندوستان کے بڑے حصے پر قابض ہوگئے۔ اس وقت حکومت کی دفتری زبان فارسی تھی لیکن عوامی سطح پر بولی اور سمجھی جانے والی زبان اُردو تھی۔ انگریز گورنر جنرل ویلزلی نے انگلینڈ سے آنے والے نئے حکام اور عام ملازمین کو دیسی زبان سے واقف کرانے کے مقصد کے تحت ۴ مئی ۱۸۰۰ء کو ایک مستقل تعلیمی ادارے 'فورٹ ولیم کالج' کی بنیاد ڈالی۔ ویلزلی نے کالج میں کئی شعبے قائم کیے اور لائق اساتذہ کا تقرر کیا۔ ڈاکٹر جان گلکرسٹ کو ہندوستانی زبان کے شعبے کا صدر منتخب کیا۔ گلکرسٹ نے ہندوستانی انگریزی لغت، ہندوستانی علم اللسان، اُردو صرف و نحو اور مشرقی زباندانی جیسے موضوعات پر مشتمل تقریباً ڈیڑھ درجن کتابیں لکھی ہیں۔ انھوں نے نہ صرف خود تصنیف و تالیف کا کام کیا بلکہ اس عہد کے کئی نامور نثر نگاروں کی خدمات حاصل کیں اور ان سے ایسی کتابیں ترجمہ، تصنیف و تالیف کرائیں جن میں سے اکثر آج بھی بہت اہمیت رکھتی ہیں۔

اس سبق کا عنوان 'سیر پہلے درویش کی' ہے۔ لفظ 'سیر' یہاں عام قسم کے سیر سپاٹے کا بیان نہیں بلکہ درویش کی زندگی میں کیسے کیسے واقعات پیش آئے، اس کا تعلق کن لوگوں سے تھا، کہانی سنانے والے نے ان کے ساتھ کیسے حالات دیکھے اور اس کی زندگی کے سفر کا انجام کیا ہوا، یہ ساری باتیں لفظ 'سیر' کے مفہوم کو ظاہر کرتی ہیں۔

میں یہاں بھی ہوں!

آٹھویں جماعت - اُردو بال بھارتی

جان پہچان : میر امّن کے حالات پوری طرح معلوم نہیں البتہ ان کے متعلق چند باتیں معروف ہیں۔ وہ ۱۷۵۰ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کا نام میر اماں بھی بتایا جاتا ہے۔ ان کا تخلص لطف تھا۔ وہ فارسی کے عالم تھے۔ انھوں نے فارسی تصنیف 'اخلاقِ مُحسنی' کا اُردو ترجمہ 'گنج خوبی' کے نام سے کیا ہے۔ احمد شاہ ابدالی کے حملے کے بعد دہلی جب برباد ہوگئی تو میر امن عظیم آباد (پٹنہ) جا بسے۔ یہاں بھی ان کے حالات ناسازگار رہے تو انھوں نے کلکتے کی راہ لی۔ یہاں کچھ دنوں بعد فورٹ ولیم کالج کے پرنسپل ڈاکٹر جان گلکرسٹ تک ان کی رسائی ہوئی جنھوں نے منشی کے عہدے پر ان کا تقرر کردیا۔ وہ پانچ برس کالج میں ملازم رہے۔ اس مدت میں انھوں نے 'باغ و بہار' تصنیف کی۔ 'باغ و بہار' پر میر امّن کو کالج کی طرف سے پانچ سو روپے انعام دیے گئے۔ ۱۸۳۷ء میں ان کا انتقال ہوگیا۔

پہلا درویش دوزانو ہو بیٹھا اور اپنی سیر کا قصہ اس طرح سے کہنے لگا:

ذرا اِدھر متوجہ ہو اور ماجرا اِس بے سر و پا کا سنو۔ اے یاراں! میری پیدائش اور وطن بزرگوں کا ملکِ یمن ہے۔ والد اس عاجز کا مَلِکُ التُّجار، خواجہ احمد نام، بڑا سوداگر تھا۔ اُس وقت میں کوئی مہاجن یا بیپاری اُن کے برابر نہ تھا۔ اکثر شہروں میں کوٹھیاں اور گماشتے خرید و فروخت کے واسطے مقرر تھے اور لاکھوں روپے نقد اور جنس ملک ملک کی گھر میں موجود تھی۔ اُن کے یہاں دو بچے پیدا ہوئے؛ ایک تو یہی فقیر جو کفنی، سیلی پہنے ہوئے، مرشدوں کی حضوری میں حاضر اور بولتا ہے۔ دوسری ایک بہن، جس کو قبلہ گاہ نے اپنے جیتے جی اور شہر کے سوداگر بچے سے شادی کر دی تھی، وہ اپنی سسرال میں رہتی تھی۔

غرض جس کے گھر میں اِتنی دولت اور ایک لڑکا ہو، اُس کے لاڈ پیار کا کیا ٹھکانا! مجھ فقیر نے بڑے چاؤ چوز سے ماباپ کے سایے میں پرورش پائی اور پڑھنا لکھنا، سپاہ گری کا کسب و فن، سوداگری کا بہی کھاتا، روزنامہ سیکھنے لگا۔ چودہ برس تک نہایت خوشی اور بے فکری میں گزری۔ کچھ دنیا کا اندیشہ دل میں نہ آیا۔ یک بہ یک ایک ہی سال میں والدین قضائے اِلٰہی سے مر گئے۔ عجب طرح کا غم ہوا، جس کا بیان نہیں کرسکتا۔ ایک بارگی یتیم ہوگیا، کوئی سر پر بوڑھا بڑا نہ رہا۔ اِس مصیبتِ ناگہانی سے رات دن رویا کرتا تھا، کھانا پینا سب چھوٹ گیا۔

چالیس دن جوں توں کر کٹے۔ چہلم میں اپنے بیگانے، چھوٹے بڑے جمع ہوئے۔ جب فاتحہ سے فراغت ہوئی، سب نے فقیر کو باپ کی پگڑی بندھوائی اور سمجھایا: دنیا میں سب کے ماباپ مرتے آئے ہیں اور اپنے تئیں بھی ایک روز مرنا ہے؛ پس صبر کرو، اپنے گھر کو دیکھو۔ اب باپ کی جگہ تم سردار ہوئے، اپنے کاروبار، لین دین سے ہوشیار رہو۔ تسلّی دے کر وو رخصت ہوئے۔ گماشتے، کاروباری، نوکر چاکر جتنے تھے، آن کر حاضر ہوئے، نذریں دیں اور بولے: کوٹھے نقد و جنس کے اپنی نظرِ مبارک سے دیکھ لیجے۔ ایک بارگی جو اُس دولتِ بے انتہا پر نگاہ پڑی، آنکھیں کھل گئیں۔ دیوان خانے کی تیاری کا حکم کیا۔ فراشوں نے فرش فروش بچھا کر چھت، پردے، چِلونیں تکلف کی لگادیں۔ اور اچھے اچھے خدمت گار دیدارؤ نوکر رکھے، سرکار سے زرق برق کی پوشاکیں بنوادیں۔ فقیر مسند پر تکیہ لگا کر بیٹھا۔ ویسے ہی آدمی غنڈے، پھانکڑے، مفت پر کھانے پینے والے، جھوٹھے، خوشامدی آ کر آشنا ہوئے اور مصاحب بنے۔ اُن سے آٹھ پہر صحبت رہنے لگی۔ ہر کہیں کی باتیں اور زٹلیں، واہی تباہی اِدھر اُدھر کی کرتے اور کہتے: اِس جوانی کے عالم میں کیتکی کی شراب یا گُلِ گلاب کھنچوایئے اور عیش کیجیے۔

غرض، آدمی کا شیطان آدمی ہے۔ ہر دم کے کہنے سننے سے اپنا بھی مزاج بہک گیا۔ شراب، ناچ اور جوئے کا چرچا شروع ہوا۔ پھر تو یہ نوبت پہنچی کہ سوداگری بھول کر، تماش بینی کا اور دینے لینے کا سودا ہوا۔ اپنے نوکر اور رفیقوں نے جب یہ غفلت دیکھی؛ جو جس کے ہاتھ پڑا، الگ کیا۔ گویا لوٹ مچادی۔ کچھ خبر نہ تھی، کتنا روپیا خرچ ہوتا ہے، کہاں سے آتا ہے اور کیدھر جاتا ہے۔ مالِ مفت دلِ بے رحم۔ اِس وَرخرچی کے آگے اگر گنجِ قارُون کا ہوتا تو بھی وفا نہ کرتا۔ کئی برس کے عرصے میں ایک بارگی یہ حالت ہوئی کہ فقط ٹوپی اور لنگوٹی باقی

رہی۔ وو آشنا، جو دانت کاٹی روٹی کھاتے تھے اور چمچا بھر خون اپنا ہر بات میں زبان سے نثار کرتے تھے، کافور ہوگئے؛ بلکہ راہ باٹ میں اگر کہیں بھینٹ ملاقات ہوجاتی تو آنکھیں چرا کر منہ پھیر لیتے۔ اور نوکر چاکر، خدمت گار، بہیلیے، ڈھلیت، خاص بردار، ثابت خانی؛ سب چھوڑ کر کنارے لگے۔ کوئی بات کا پوچھنے والا نہ رہا جو کہے: یہ کیا تمھارا حال ہوا؟ سوائے غم اور افسوس کے کوئی رفیق نہ ٹھہرا۔ اب دمڑی کی ٹھڈّیاں میسّر نہیں جو چبا کر پانی پیوں۔ دو تین فاقے کڑاکے کے کھینچے، تاب بھوک کی نہ لا سکا؛ لاچار بے حیائی کا برقع منہ پر ڈال کر، یہ قصد کیا کہ بہن کے پاس چلیے؛ لیکن یہ شرم دل میں آتی تھی کہ قبلہ گاہ کی وفات کے بعد نہ بہن سے کچھ سلوک کیا نہ خالی خط لکھا؛ بلکہ اُس نے دو ایک خط خطوط ماتم پرسی اور اِشتیاق کے جو لکھے، اُن کا بھی جواب اُس خوابِ خرگوش میں نہ بھیجا۔ اِس شرمندگی سے جی تو نہ چاہتا تھا، پر سوائے اُس گھر کے اور کوئی ٹھکانا نظر میں نہ ٹھہرا۔ جوں توں پا پیادہ، خالی ہاتھ، گرتا پڑتا، ہزار محنت سے کئی منزلیں کاٹ کر، ہمشیر کے شہر میں جا کر اُس کے مکان پر پہنچا۔

وو ماجائی میرا یہ حال دیکھ کر، بلائیں لے اور گلے مل کر بہت روئی۔ تیل، ماش اور کالے ٹکے مجھ پر سے صدقے کیے، کہنے لگی: اگر چہ ملاقات سے دل بہت خوش ہوا، لیکن بھیا! تیری یہ کیا صورت بنی؟ اِس کا جواب مَیں کچھ نہ دے سکا، آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا کر چپکا ہو رہا۔ بہن نے جلدی خاصی پوشاک سلوا کر حمام میں بھیجا۔ نہا دھو کر وو کپڑے پہنے۔ ایک مکان اپنے پاس بہت اچھا، تکلف کا میرے رہنے کو مقرر کیا۔ صبح کو شربت اور لَوزِیات، حلوا سوہن، پستہ، مغزی ناشتے کو؛ اور تیسرے پہر میوے خشک و تر، پھل پھلاری؛ اور رات دن دونوں وقت پلاؤ، نان، قلیے، کباب تحفہ تحفہ، مزے دار منگوا کر اپنے روبرو کھلا کر جاتی، سب طرح خاطر داری کرتی۔ میں نے ویسی تصدیع کے بعد جو یہ آرام پایا، خدا کی درگاہ میں ہزار ہزار شکر بجا لایا۔ کئی مہینے اِس فراغت سے گزرے کہ پانو اُس خلوت سے باہر نہ رکھا۔

ایک دن وو بہن (جو بجائے والدہ کے، میری خاطر رکھتی تھی) کہنے لگی: اے بیرن! تو میری آنکھوں کی پُتلی اور ماباپ کی موئی مٹی کی نشانی ہے، تیرے آنے سے میرا کلیجا ٹھنڈا ہوا، جب تجھے دیکھتی ہوں، باغ باغ ہوتی ہوں، تو نے مجھے نہال کیا؛ لیکن مردوں کو خدا نے کمانے کے لیے بنایا ہے، گھر میں بیٹھے رہنا اُن کو لازم نہیں۔ جو مرد نکھٹّو ہو کر گھر سیتا ہے اُس کو دنیا کے لوگ طعنہ مہنا دیتے ہیں۔ خصوص اِس شہر کے آدمی، چھوٹے بڑے، بے سبب تمھارے رہنے پر کہیں گے: اپنے باپ کی دولتِ دنیا کھو کھا کر، بہنوئی کے ٹکڑوں پر آ پڑا۔ یہ نہایت بے غیرتی اور میری تمھاری ہنسائی اور ماباپ کے نام کو سبب لاج لگنے کا ہے۔ نہیں تو میں اپنے چمڑے کی جوتیاں بنا کر تجھے پہناؤں اور کلیجے میں ڈال رکھوں۔ اب یہ صلاح ہے کہ سفر کا قصد کرو، خدا چاہے تو دِن پھریں اور اِس حیرانی اور مفلسی کے بدلے، خاطر جمعی اور خوشی حاصل ہو۔

یہ بات سن کر مجھے بھی غیرت آئی، اُس کی نصیحت پسند کی، جواب دیا: اچھا! اب تم ما کی جگہ ہو، جو کہو، سو کروں۔ یہ میری مرضی پا کر، گھر میں جا کے، پچاس توڑے اشرفی کے اَصیل اور لونڈیوں کے ہاتھوں میں لوا کر میرے آگے لا رکھے اور بولی: ایک قافلہ سوداگروں کا دمشق کو جاتا ہے؛ تم اِن روپیوں سے جنس تجارت کی خرید کرو۔ ایک تاجر ایمان دار کے حوالے کر کے، دست آویز پکّی لکھوا لو اور آپ بھی قصد دمشق کا کرو۔ وہاں جب خیریت سے جا پہنچو؛ اپنا مال مع منافع سمجھ بوجھ لیجو، یا آپ بیچیو۔

میں وہ نقد لے کر بازار میں گیا۔ اسباب سوداگری کا خرید کر ایک بڑے سوداگر کے سپرد کیا، نوشت خواند سے خاطر جمع کر لی۔ وو تاجر دریا کی راہ سے جہاز پر سوار ہو کر روانہ ہوا۔ فقیر نے خشکی کی راہ چلنے کی تیاری کی۔ جب رخصت ہونے لگا؛ بہن نے ایک سرے پاو بھاری اور ایک گھوڑا جڑاؤ ساز سے تواضع کیا۔ اور مٹھائی، پکوان ایک خاص دان میں بھر کر ہرنے سے لٹکا دیا اور چھاگل پانی کی شکار بند

میں بندھوا دی۔ امام ضامن کا روپیا میرے بازو پر باندھا۔ دہی کا ٹیکا ماتھے پر لگا کر، آنسو پی کر بولی : سدھارو، تمھیں خدا کو سونپا! پیٹھ دِکھائے جاتے ہو، اسی طرح جلد اپنا منہ دِکھائیو! میں نے فاتحہ خیر کی پڑھ کر کہا: تمھارا بھی اللہ حافظ ہے۔ میں نے قبول کیا! وہاں سے نکل کر گھوڑے پر سوار ہوا اور خدا کے توکل پر بھروسا کر کے، دو منزل کی ایک منزل کرتا ہوا دمشق کے پاس جا پہنچا۔

معانی و اشارات

بے سروپا	-	بے معنی، فضول
مَلِک التُّجار	-	تاجروں کا بادشاہ، بہت بڑا تاجر
مہاجن	-	مالدار، سیٹھ
بیپاری	-	تاجر، بیوپاری
گماشتے	-	دلال
کفنی	-	لمبا کرتا
سَیلی	-	کالے ریشم کی بنی ہوئی ڈوری جسے گلے میں پہنتے ہیں۔
حضوری میں	-	سامنے
قبلہ گاہ	-	مرادوالد
اورشہر	-	دوسرا شہر
ما	-	ماں (’ما‘ پرانا اِملا ہے)
چاؤ چوز	-	لاڈ پیار
کسب	-	حاصل
بہی کھاتا	-	حساب کتاب
روزنامہ	-	وہ بیاض جس میں بیوپاری روز کا حساب کتاب لکھتے ہیں، بہی کھاتا
قضائے الٰہی	-	اللہ کی مرضی
ایک بارگی	-	اچانک
مصیبتِ ناگہانی	-	اچانک آنے والی مصیبت
فراغت	-	فرصت
اپنے تئیں	-	خود
وو	-	وہ (’وو‘ پرانا اِملا ہے)
آنکھیں کھل جانا	-	حیران رہ جانا
فرّاش	-	فرش بچھانے والا
چِلوَن	-	چلمن، پردہ
تکلف کی	-	عمدہ
دیدارُو	-	خوب صورت
پھانکڑے	-	لفنگے، بدمعاش
آٹھ پہر	-	ہر وقت
صحبت رہنا	-	تعلق/ دوستی رہنا
زٹلّیں	-	فضول باتیں (واحد: زٹل)
واہی تباہی	-	بکواس
کیتکی	-	ایک خوشبودار پودا
آدمی کا شیطان آدمی ہے	}	(کہاوت) آدمی ہی آدمی کو بہکاتا ہے
نوبت	-	باری، حالت
کیدھر	-	کدھر (’کیدھر‘ پرانا املا ہے)
مالِ مفت دلِ بے رحم	-	(کہاوت) مفت کے مال کو بے حساب خرچ کرنا
وَرخرچی	-	فضول خرچی
قارُون	-	حضرت موسیٰؑ کے زمانے کا ایک بہت دولت مند مگر کنجوس آدمی
وفا نہ کرنا	-	ساتھ نہ دینا
دانت کاٹی روٹی کھانا	-	گہری دوستی ہونا
کافور ہوجانا	-	غائب ہوجانا، ساتھ چھوڑ کر چلے جانا
راہ باٹ میں	-	راستہ چلتے ہوئے
بہیلیے	-	بہیلیا کی جمع، شکار کے وقت تیر کمان لے کر چلنے والے ملازم، پرندوں کے شکاری

6R7YCN

ڈھلیت – لگام تھام کر چلنے والے ملازم
خاص بردار – بندوق اُٹھا کر چلنے والے ملازم
ثابت خانی – ہتھیار سے لیس سپاہی
ٹھڈّیاں – ٹھڈی کی جمع، بھوُنے ہوئے اناج کے دانے جو پوری طرح کھلتے نہیں
بھوکھ – بھوک (’بھوکھ‘ پرانا املا ہے)
بے حیائی کا برقع منہ پر ڈال کر – ڈھیٹ پن سے
اشتیاق – شوق، چاہت
خوابِ خرگوش – بے پروائی
ہمشیر – بہن
ماجائی – بہن
تیل، ماش اور کالے ٹکے صدقے کرنا – نظر اُتارنا
خاصی – عمدہ
لوزیات – لوز کی جمع، بادام کی برفی جس میں دوسرے میوے بھی ملائے جاتے ہیں۔
مغزی – بادام پستے کا سفید حلوا
تحفہ تحفہ – طرح طرح کے
تصدیع – تکلیف
پانو – پاؤں (’پانو‘ پرانا املا ہے)
خلوت – تنہائی
خاطر رکھنا – خیال رکھنا
بیرن – بھائی
آنکھوں کی پتلی – بہت قریبی، پیارا
موئی مٹی – مردہ مٹی، جن کا انتقال ہو چکا ہو

نہال کرنا – خوش کر دینا
گھر سینا – گھر میں بے کار پڑے رہنا
طعنہ مہنا دینا – طعنے دینا، طنز کرنا
ہنسائی – بے عزّتی
اپنے چمڑے کی جوتیاں بنا کر پہنانا – مراد حد سے زیادہ محبت کرنا
کلیجے میں ڈال رکھنا – بہت محبت کرنا
خاطر جمع – اطمینان
توڑے – توڑا کی جمع (ایک ہزار اشرفیوں کی تھیلی)
اصیل – نوکرانی
دست آویز – دستاویز، عہد نامہ
نوشت خواند – لکھا پڑھی
سرے پاو – کپڑوں کا پورا جوڑا
جڑاؤ – نگینے جڑا ہوا
تواضع کرنا – پیش کرنا
خاص دان – ٹفن، توشہ دان
ہرنا – گھوڑے کی کاٹھی کا وہ حصہ جس سے کچھ سامان لٹکایا جاسکتا ہے۔
امام ضامن کا روپیا – ایک رسم کے مطابق سفر پر جانے والے کے بازو پر شگون کے لیے باندھا جانے والا روپیا
دہی کا ٹیکا لگانا – سفر پر جانے والے کی پیشانی پر نیک شگون کے لیے دہی لگایا جاتا ہے
دومنزل کی ایک منزل کرتے ہوئے – تیز رفتاری سے

انٹرنیٹ کی دنیا سے

- www.urducouncil.nic.in
- www.urduword.com
- www.urdulibrary.org
- www.urdulibrary.paigham.net
- www.afsaney.com
- www.urdustudies.com

مشق

٭ سبق کی روشنی میں شبکی خاکہ مکمل کیجیے۔

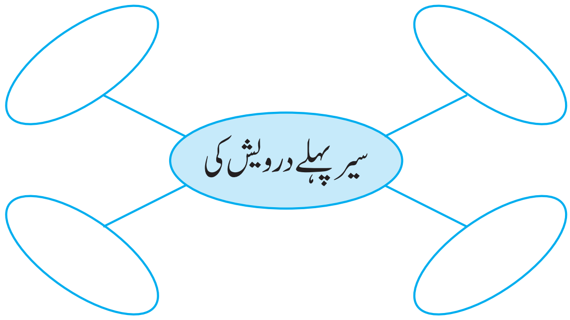

٭ الفاظ اور معنی کی صحیح جوڑیاں لگائیے۔

الفاظ	معنی
گماشتے	دلال
پھانکڑے	تیرکمان لے کر چلنے والے ملازم
مصاحب	بندوق اُٹھا کر چلنے والے ملازم
بہلیے	ہتھیار سے لیس سپاہی
خاص بردار	لفنگے، بدمعاش
ثابت خانی	لگام تھام کر چلنے والے ملازم
	ہمیشہ ساتھ رہنے والے

٭ درج ذیل محاوروں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

آنکھیں کھل جانا، وفا نہ کرنا، دانت کاٹی روٹی کھانا، کافور ہوجانا، تاب نہ لانا۔

٭ خود کو پہلا درویش تصوّر کرکے داستان کا یہ حصہ ہمارے زمانے میں بولی جانے والی زبان میں مختصراً بیان کیجیے۔

٭ درج ذیل جملے کہنے والوں کے نام لکھیے۔

۱۔ "اب باپ کی جگہ تم سردار ہوئے، اپنے کاروبار، لین دین سے ہوشیار رہو۔"

۲۔ "کوٹھے نقد و جنس کے اپنی نظرِ مبارک سے دیکھ لیجے۔"

۳۔ "غرض آدمی کا شیطان آدمی ہے۔ ہر دم کے کہنے سننے سے اپنا بھی مزاج بہک گیا۔"

۴۔ "اے بیرن! تو میری آنکھوں کی پتلی اور ماباپ کی موئی مٹی کی نشانی ہے۔"

٭ نیچے دیے ہوئے جملوں کے خط کشیدہ الفاظ کا استعمال متروک ہو چکا ہے۔ ان کی جگہ مناسب لفظ کا انتخاب کرکے جملے دوبارہ اس طرح لکھیے کہ ان کا مفہوم تبدیل نہ ہو۔

۱۔ مجھ فقیر نے بڑے چاؤ چوز سے ماباپ کے سایے میں پرورش پائی۔

۲۔ مال مفت دل بے رحم، اس وَرخرچی کے آگے اگر گنج قارون کا ہوتا تو بھی وفا نہ کرتا۔

۳۔ اے بیرن! تو میری آنکھوں کی پُتلی اور ماباپ کی موئی مٹی کی نشانی ہے۔

۴۔ خدا کے توکل پر بھروسا کرکے دو منزل کی ایک منزل کرتا ہوا دمشق کے پاس جا پہنچا۔

٭ ہدایات کے مطابق عمل کیجیے۔

۱۔ سبق میں 'بہن' کے لیے دو الگ الگ الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ انھیں لکھیے۔

۲۔ 'قضائے الٰہی' کو اپنے جملے میں استعمال کیجیے۔

۳۔ 'آدمی کا شیطان آدمی ہے۔' اس کہاوت کا مفہوم واضح کیجیے۔

۴۔ 'سیر پہلے درویش کی' سبق سے پانچ محاورے تلاش کرکے لکھیے۔

۵۔ 'نوشت خواند سے خاطر جمع کرلی۔' جملے کا مطلب لکھیے۔

۶۔ تیرے آنے سے میرا کلیجا ٹھنڈا ہوا، جب تجھے دیکھتی ہوں باغ باغ ہوتی ہوں۔ اس جملے سے محاورے تلاش کرکے لکھیے۔

٭ جملے میں خط کشیدہ لفظوں کی جگہ اقتباس میں آئے ہوئے الفاظ لکھیے۔

۱۔ چہلم میں سب دور قریب کے رشتہ دار جمع ہوئے۔

۲۔ جب دعوت سے فرصت ہوئی تو سب نے فقیر کو باپ کی ٹوپی پہنائی۔

۳۔ لاچار بے حیائی کا برقع پہن کر بہن کی طرف چلنے کا ارادہ کیا۔

۴۔ شب و روز پلاؤ، نان قلیے، کباب طرح طرح کے مزے دار منگوا کر کھلا کر جاتی۔

۵۔ امام ضامن کا روپیا ماتھے پر باندھا اور دہی کا ٹیکا بازو میں دیا۔

* **ذیل کے جملوں پر اظہار خیال کیجیے۔**

۱۔ جوانی کے عالم میں کیتکی کی شراب یا گلِ گلاب کھنچوائیے اور عیش کیجیے۔

۲۔ بری صحبت کے مضر اثرات

۳۔ اگر آپ کسی طرح دولت مند ہو جاتے ہیں۔

عملی قواعد

مفرد جملہ

۱۔ پہلا درویش دوزانو ہو بیٹھا۔

۲۔ ان کے یہاں دو بچے پیدا ہوئے۔

۳۔ وہ اپنی سسرال میں رہتی تھی۔

۴۔ چالیس دن جوں توں کر کے کٹے۔

۵۔ آدمی کا شیطان آدمی ہے۔

۶۔ فقیر مسند پر بیٹھا۔

ان جملوں کو غور سے پڑھیے۔ ہر جملہ دو حصوں میں تقسیم ہوتا ہے جیسے

پہلا درویش	-	دوزانو ہو بیٹھا
ان کے یہاں	-	دو بچے پیدا ہوئے

جملے کی اس قسم کے بارے میں آپ گزشتہ جماعتوں میں پڑھ چکے ہیں کہ اس قسم کے جملے کے اجزا **مبتدا** اور **خبر** کہلاتے ہیں۔

جس جملے میں صرف یہ دو اجزا پائے جاتے ہوں، اسے ’مفرد جملہ‘ کہتے ہیں۔

* **اوپر کے باقی چار جملوں کو مبتدا اور خبر میں تقسیم کیجیے۔ سبق ’سیر پہلے درویش کی‘ سے دوسرے مفرد جملے تلاش کر کے لکھیے۔**

مرکب جملہ

۱۔ کئی مہینے اس فراغت سے گزرے / کہ / پانو اس خلوت سے باہر نہ رکھا۔

۲۔ تحسین نے اس کتاب کا ترجمہ ’نوطرزِ مرصع‘ کے نام سے کیا تھا / لیکن / اس ترجمے کی زبان عام بول چال کی نہیں ہے۔

۳۔ دنیا میں سب کے ماباپ مرتے آئے ہیں / اور / اپنے تئیں بھی ایک روز مرنا ہے۔

اوپر دی ہوئی مثالوں کے جملے دو دو حصوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ ان مثالوں میں ’کہ، لیکن، اور‘ (ترچھے خطوط کے درمیان لکھے ہوئے الفاظ) اپنے سے پہلے اور بعد میں آنے والے جملوں کو جوڑ رہے ہیں۔ اس طرح جڑے ہوئے دو جملوں کے مجموعے کو **مرکب جملہ** کہتے ہیں۔

مرکب جملہ دراصل دو مفرد جملوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ ان میں ہر جملہ پورے معنی دیتا ہے۔ یہ جملہ ’کہ/لیکن/ اور‘ لفظوں کے علاوہ ’پھر/ ورنہ/ مگر/ یا‘ وغیرہ سے بھی جوڑ کر بنایا جا سکتا ہے۔

* **نیچے دیے ہوئے جملوں کو قوسین میں دیے ہوئے لفظوں سے جوڑ کر مرکب جملے بنائیے۔**

۱۔ میں نے بہت دیر اس کا انتظار کیا.........وہ مجھ سے ملنے نہ آیا۔ (اور - مگر - پھر)

۲۔ کھانا کھاؤ........دودھ پی کر سو جاؤ۔ (نہ- یا- اور)

۳۔ پہلے ہم نے ملاقات کا وقت طے کر لیا.........ٹھیک وقت پر باغ میں پہنچ گئے۔ (پھر - تب - اور)

اضافی معلومات

’نوطرزِ مرصّع‘ فارسی کے مشہور قصے ’قصۂ چہار دُرویش‘ کا اُردو ترجمہ ہے۔ اس کی زبان مرصّع اور دقیق ہے۔ جان گلکرسٹ نے میر امّن سے اسی قصے کو آسان اُردو میں لکھنے کے لیے کہا تھا۔ میر امّن نے ترجمے کا یہ کام ۱۸۰۱ء میں شروع کیا اور ۱۸۰۲ء میں ’باغ و بہار‘ کے نام سے مکمل کر دیا۔ اس کتاب میں روزمرہ کی زبان استعمال کی گئی ہے۔ ’باغ و بہار‘ میں دہلی کے رسم و رواج، لباس و غذا، مشاغل وغیرہ کا نہایت خوش اسلوبی سے بیان ہوا ہے۔ اُردو کی نثری داستانوں میں اسے زبان و بیان کے اعتبار سے غیر معمولی مقبولیت حاصل ہے۔ دنیا کی کئی زبانوں میں اس کے ترجمے کیے گئے ہیں۔ اُردو زبان وادب کا فرانسیسی عالم گارساں دتاسی اس کتاب کا بڑا شیدائی تھا۔ اس نے کئی خطبات میں ’باغ و بہار‘ کی خوبیوں کا ذکر کیا ہے۔